HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

سرزمینِ گوجرانوالا کے فرزند شہزاد نیّر کا فکر و فن (ایک مطالعہ)

THE SON OF GUJRANWALA SHAHZAD NAYYAR…THOUGHT AND ART (A STUDY).

***Muhammad Tanveer, **Dr. Gulshan Tariq**

*Ph. D Scholar, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore
**Professor, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore

***ABSTRACT**:*
The sacrifices and achievements of Pak Army for well being, prosperity and unconquerable defense of Pakistan are exemplary. In this research paper an effort has been made to study the poetical work of Major® Shahzad Nayyar, because in a short span of time he has won fame in eyes of critics. He has proved himself better in different genres of poetry. He has shown originality in free verse, blank verse as well as in Ghazal. Dramatical milieu, proper administration of similes and metaphors are included in the wonders of his poetical germination. This research paper circumscribes these perspectives.

***Key Words:**Unconquerable, critics, genres, originality, free verse, blank verse, dramatic milieu, similes, metaphors, germination, circumscribe, perspective.*

کلیدی الفاظ: ناقابلِ تسخیر، نقاد، اقسام، اصلیت، آزاد نظم، نظمِ معرا، ڈرامائی، ماحول، تشبیہ، استعارہ، تخلیق، حدبندی، جہت

تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار کے لئے انتھک محنت، مساعیِ جمیلہ اور جہدِ مسلسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ زورِ بازو سے قلم کی طاقت کہیں زیادہ ہوتی ہے کیوں کہ قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کو دوامیت حاصل ہو جاتی ہے لیکن اس ہیشگی کے حصول کی خاطر تخلیق کو تنقید کی بے رحم کسوٹی سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ تخلیق، تخلیق کار کی ذات اور شخصیت کی پرتیں کھولنے کا ایک مستند ذریعہ کہلاتی ہے۔ یہ تخلیق اس کے اعمال نامے اور قلبی واردات تک رسائی کے لئے مکالمے کا در وا کرتی ہے۔ اس مکالمے میں تخلیق کار کی بجائے تخلیق روبرو ہوتی ہے اور لفظوں، علامتوں اور تمثیلوں کے توسط سے پوشیدہ معنی و مفاہیم تک رسائی حاصل کی جاتی ہے۔ علم و ادب اور فکر و فلسفے کے اعتبار سے شہزاد نیّر متنوع جہات کی حامل شخصیت ہیں۔ 1 شہزاد نیّر 1973ء کو گوجرانوالا کے نواحی علاقے گوندلانوالا میں پیدا ہوئے۔ شہزاد نیّر نے رپور تاژ، مضمون نویسی اور لسانیات کے حوالے سے بھی اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔ ان کے قلم نے تازہ فکری جولانیوں کے ذریعے آمد کی شاعری کے لازوال مرقعے پیش کیے ہیں۔

عصرِ حاضر میں فکر و فلسفے پر مبنی علمی و ادبی رجحانات کو لفظوں کے موتیوں کی صورت صفحۂ قرطاس پر سجانا قلمی جہاد ہے۔ اس جہاد کے خاردار سفر کو شہزاد نیّر نے اپنی لگن اور جذبۂ عشق کے ذریعے طے کیا ہے۔ تمام عظیم تخلیق کاروں کی طرح انھوں نے بھی اپنے فکر و فلسفے کے لئے مواد اس مادرِ گیتی اور اس کے باسیوں کے مصائب و آلام سے حاصل کیا ہے۔ ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا اعتراف احمد ندیم قاسمی نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> "شہزاد نیّر نوجوان شاعر ہیں مگر جوانی ہی میں انھوں نے اپنی تخلیقی توانائیوں کا لوہا منوالیا ہے۔ وہ دونوں اصناف شعر، نظم اور غزل کو سلیقے سے برتتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا جوہر بیشتر ان کی نظموں میں کھلتا ہے۔ وہ اپنے آس پاس کی صورتِ حال کا مطالعہ بہت ذہانت اور ذکاوت کے ساتھ کرتے ہیں اور اس مطالعے کے فن کارانہ اظہار میں کوئی بھی مصلحت ان کے مزاحم نہیں ہوتی۔ چناچہ ان کی شاعری کا نمایاں تاثر صداقت اور حقیقت ہے۔ وہ خواب بھی یقیناً دیکھتے ہیں مگر ان خوابوں کو بھی ماورایئت کے سمندر میں ڈوبنے سے بچائے رکھتے ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔" 2

شہزاد نیّر کا پہلا شعری مجموعہ "برفاب" کے عنوان سے 2006ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ یہ شعری مجموعہ نظم نگاری کے حوالے سے ان کی صلاحیتوں کا غماز و عکاس ہے۔ اس کے چار ایڈیشن اب تک منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ "برفاب" کی نظمیں ان کی تخلیقی صلاحیتوں اور فکر و فن کی عکاس ہیں۔ ان نظموں میں انسان کے لئے "خاک" اور "روشنی" کا استعارہ برتا گیا ہے جو انسانی عظمت اور انحطاط کا اظہاریہ ہے۔ ان نظموں میں کم مائیگی، یاسیّت، رنج و الم، جنگ و جدل، اخلاقی تنزلی و گراوٹ،

عداوت اور سنگ دلی جیسے انسانی زندگی کو درپیش مسائل زیرِ بحث لائے گئے ہیں۔اس مجموعے میں شامل نظموں میں سے ایک نظم "جس تن لاگے" کے عنوان سے ہے۔ اس نظم میں انسانی بے بسی، افلاس اور بھوک کے اثرات کا بیان بڑے سلیقے اور فن کارانہ انداز میں کیا گیا ہے:

جو خالی پیٹ پر پتھر پڑے ہوں
اور فکرِ آب و دانہ چین کھا جائے
تو کیسے دن گذرتا ہے!
تجھے معلوم کیسے ہو
ورائے حاجتِ نان و نمک ہے تُو
تجھے اندیشہء فردا نہیں ہے!
کبھی دھرتی کو لرزانا
کبھی لہریں اٹھا کر بام و شقفِ جاں گرا دینا
یہ تیرا کھیل ہی ہو گا
فلک سے دیکھنے والے
ہمارا کچھ نہیں بچتا
کہیں ٹوٹے ہوئے خوابوں کی جراحی نہیں ہوتی 3

"برفاب" میں شامل نظمیں "ہم فراموش ہیں" اور "خاک" اس مجموعے کی بہترین نظمیں قرار دی جاسکتی ہیں۔پہلی نظم میں متکلم زندگی کے رُوبرُو آکر مکالمہ کرتا ہے اور اپنے وجود کی بہت سے جہات کا وہ بیانیہ تشکیل دیتا ہے جسے انسان کے تہذیبی سفر کے مختلف مراحل سے اخذ کیا گیا ہے۔ان نظموں میں انسان کو کلی طور پر فطرت کے سامنے محض مجبور نہیں دکھایا گیا بلکہ بے لگام مقتدرہ کے مقابل انسان کے کلی وجود کی اس معنویت کا انکشاف کیا گیا ہے جس کا چراغ سنگ دل فطرت نہیں بجھا سکتی اور ہوس پرست سیاسی و عسکری مقتدرہ بھی انسانی ذہن کے فکری ترفع کو نہیں روک سکتی۔اس نظم میں "خاک" اور "برف" کے استعاروں سے کثیر معنویت پیدا کی گئی ہے۔اس نظم کے اثرات بعض معاصر شعرا نے بھی قبول کیے ہیں۔اسے شہزاد نیّر کی کامیابی قرار دیا جاسکتا ہے۔4

شہزاد نیّر کی شاعری کا مجموعہ "برفاب" پہلی بار 2006ء میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آیا۔"چاک سے اترے وجود" کا سن اشاعت 2009ء ہے۔"خوابشار" 2018ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔"گرہ کھلنے تک" کی پہلی اشاعت 2019ء میں ہوئی۔

"چاک سے اترے وجود" میں رومانویت، الفاظ کا گہرا شعور اور نئی تراکیب و استفسارات وضع کرنے کا حوصلہ خوب نظر آتا ہے۔وہ تخلیقی ماورائیت اور سرّیت کے وسیلے سے معاشرتی حقائق بیان کرتے ہیں۔وہ معاشرتی حقائق کے اظہار کے لئے استعاراتی انداز اختیار کرتے ہیں۔جس سے ان کی ہنرمندی کا ایک واضح عکس دکھائی دیتا ہے۔انھوں نے مابعد الطبیعاتی اسرار کو گرفت میں لینے کے لئے تخلیقی ابہام اور لہجے کے تنوع کو چابک دستی سے برتا ہے۔وہ کم کوش شاعر نہیں ہیں بلکہ وہ شاعری کے لئے ضروری محنت اور مشقت سے دلبرداشتہ نہیں ہوتے۔اچھی شاعری کے لئے نئے مضامین، نئی لفظیات اور نئے استعارات کے کھوج کے لئے محنت و مشقت ناگزیر ہے۔5

کسی بھی شاعر کی ذہنی پیمائش اور فکری ترفع کی جانکاری کے لئے اس کے اشعار بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔یہ اشعار شاعر کے شعوری ارتکاز کے غماز ہوتے ہیں۔6 شہزاد نیّر کے شعوری ارتکاز کی نمائندہ غزل کے چند اشعار ذیل میں درج ہیں:

بس آج مرے دل میں تراڈر نہیں آیا
اور آج تری سمت سے پتھر نہیں آیا
دو چار سوالات ہیں پھر مجھ کو اجازت
میں سیر کی خاطر تو فلک پر نہیں آیا
اس بحر طلسمات کی دنیا ہی عجیب ہے

یوں عشق میں ڈوبا ہوں کہ اوپر ہی نہیں آیا 7

عصرِ رواں میں عالم گیریت اور مادہ پرستی نے اخلاقی اقدار کو گھن کی طرح چاٹ لیا ہے۔ بھری محفل کے باوجود آج کا انسان تنہا اور اپنے ہی حصار میں مقید ہے۔ معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ ہم آہنگی تو در کنار دہائیوں تک ایک چھت تلے اکٹھے رہنے والے افرادِ خانہ ایک دوسرے کے لئے اجنبی اور بیگانے ہو چکے ہیں۔ جدید ذرائع ابلاغ، انٹرنیٹ اور موبائل نے ایک ہی خاندان کے افراد کو ایک دوسرے سے ذہنی لحاظ سے کوسوں دور کر دیا ہے۔ اس نئے تناظر میں انسان خود اپنی ذات سے آنکھیں ملانے اور مکالمہ کرنے سے گریزاں ہے۔ عصرِ حاضر کے فرد کو بھری محفل میں احساسِ تنہائی کے کرب کو سہنا پڑ رہا ہے۔ ہر شاعر اپنی شاعری کے لئے خام مواد حیاتِ انسانی کی بوقلمونیوں، احساس و مروت کے دفینوں اور فکر و نظر کی کج رویوں سے حاصل کرتا ہے۔ یوں وہ اپنی تخلیقات کا موضوع حیات انسانی کے کٹھن اور خاردار راستے کو بناتا ہے۔ ہر شاعر معاشرتی بے حسی، یاسیت اور تنزل سے نہ صرف متاثر ہوتا ہے بلکہ اس کی تخلیقات اپنے دور میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا مظہر ہوتی ہیں۔

ہمارے پیشِ نظر یہ حقیقت بھی رہنی چاہیے کہ کسی بھی شاعر، نثر نگار اور تخلیق کار کو کسی خاص قسم کا ادب و فن تخلیق کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا یعنی اسے ادب برائے زندگی یا ادب برائے فن کے دائروں میں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ وہ خود بھی ایک معاشرتی حیوان ہے اور وہ خود کو سماجی زندگی سے الگ تھلگ نہیں رکھ سکتا اور نہ ہی وہ اپنی تخلیقات پر مقصدی نظم و نثر کا "لیبل" لگانا چاہتا ہے۔ در حقیقت وہ اپنے ادب و فن میں سماجی رویوں اور رسم و رواج کا اظہار کرنے پر خود کو مجبور پاتا ہے۔ 8 شہزاد نیّر نے جدید معلوماتی ذرائع (موبائل، انٹرنیٹ اور کمپیوٹر) کے سماج پر مبنی اثرات کا جائزہ اپنی نظم "Cyber Chat" میں یوں لیا ہے:

دوریاں انگلیوں پر لپٹتی رہیں
ایک پردے پہ دنیا سمٹتی رہی
وقت اڑتا رہا
اجنبی دور دیسوں کے لوگ
کی سنگت میں کٹتا رہا
انگلیوں کی زبانی وہ اظہار اب
کتنا آسان ہے!
لب سے کہنے میں جس کو زمانے لگیں
دِل سے دِل مل گئے
کائناتی رفاقت کا رشتہ بندھے
ایک چھت کے تلے رہنے والوں
میں بھی فاصلے بڑھ گئے
وقت اِتنا کہاں
خود سے ملنے کی فرصت بھی ملتی نہیں 9

شہزاد نیّر تعقل پسندی اور حسن کاری کو اپنے افکار اور نظریہ فن میں نمایاں مقام دیتے ہیں۔ وہ انسانی زندگی کے باطن اور خارج میں وقوع پذیر ہونے والے ہنگاموں کو عقل اور فکر کی کسوٹی پر پرکھنے کو ضروری خیال کرتے ہیں اور پھر اپنے داخلی تجربات کو صفحہ قرطاس پر بکھیر دیتے ہیں۔ وہ اپنی قوتِ عقلیہ سے روزمرہ زندگی میں رونما ہونے والے ہنگاموں اور واقعات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر تجربہ کرتے ہیں اور تمثالوں کے توسط سے سپردِ قلم کرتے ہیں۔

شہزاد نیّر نے نظم اور غزل کے وسیلے سے اپنی فطری صلاحیتوں کا خوب اظہار کیا ہے۔ ان کی غزل عہدِ جدید سے وابستہ بیشتر مسائل مثلاً بے چارگی، فرد کی تنہائی، فطرت سے دوری، لاحاصل پن، عالمی جنگی جنون، استحصالی قوتوں کا غلبہ، اخلاقی اقدار

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

کی تباہی، سماجی و معاشرتی عدم مساوات، غربت و افلاس اور جاہلیت سے نپٹنے کی امنگوں کی نقیب اور ترجمان ہے۔ وہ ان مسائل کو شعری جامہ پہناتے ہوئے فن کے تقاضوں سے لا تعلق نہیں ہوتے۔ ان کی تخلیقات میں عصرِ حاضر کی تمام تشکیک، بد اعمالیاں اور انسانی المیے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ دنیا اور علائق دنیا سے آنکھ چرا کر زندگی بسر نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی تمام تمناوں کو دل سے محو نہیں کرنا چاہتے۔ وہ تغزل کی روایت کو اپنی جدتِ طبع کے بدولت ایک نیا آہنگ عطا کرتے ہیں اور ان غزلوں میں قندیلِ دل سے شبِ تاریک کو روشن کرتے ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار:

زمین سہار نہ پائی مری شکست کا بوجھ
کہ جتنی بار گرا ہوں میں اتنی بار اٹھا
اٹھا تو کون اٹھائے گا بوجھ احساں کا
مجھے اٹھانے کی زحمت نہ میرے یار اٹھا
میں حکم ضبط کو نافذ نہ کر سکا دل پر
جہاں بھی ظلم کو دیکھا وہیں پکار اٹھا
نہیں کہیں بھی نہیں ہے کوئی بھی حل اس کا
یہ بُود و ہست کا قضیہ ہزار بار اٹھایا
ملا کے خاک میں مجھ کو وہ جب چلا نیّر
تو اُس کے پاوں پکڑنے مرا غبار اُٹھا 10

شہزاد نیّر کی نظمیں رومانویت اور نئے الفاظ و تراکیب کے ساتھ ساتھ روز مرہ، تشبیہات و استعارات سے مزّین ہیں۔ یوں انھوں نے غزل کے تمام لوازمات سے اپنے فکر و فن کو روایت کا امین بنا دیا ہے۔ وہ معاشرتی حقائق کا نہ صرف ادراک رکھتے ہیں بلکہ ایک لوچ دار، پُرسوز اور رسیلے انداز میں انہیں بیان کرنے کا سلیقہ بھی رکھتے ہیں۔ ابہام اور رموز و کنایہ شاعر کی قلبی واردات کے اظہار کے لئے اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ شہزاد نیّر نے استعارات کے بھرپور استعمال سے مابعد الطبیعاتی اسرار و رموز کو گرفت میں لینے کی خوب کوشش کی ہے۔ تغزل کے فرسودہ مضامین کی بجائے نئے مضامین، الفاظ، استعارات، تراکیب اور لب و لہجہ کی تلاش و جستجو ان کی تخلیق کا نمایاں وصف ہے۔

عالمی ادب میں بالعموم اور اردو ادب میں بالخصوص نظم گوئی کا رجحان غزل گوئی کے مقابلے میں زیادہ اہمیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ ایسا دکھائی دیتا ہے کہ عصر حاضر کے شعرا اور ادبا کے پاس حیاتِ انسانی کے تجربات اور قلبی واردات کو لفظوں میں ڈھالنے کے لئے نظم ایک آسان راستہ ہے۔ شہزاد نیّر نے نظم گوئی میں جہاں نئے تجربات کیے ہیں وہیں غزل گوئی کے زوال پذیر دور میں غزل کو رفعت و سربلندی سے نوازا ہے۔ وہ اپنے ان ہم عصر شعرا کے لئے امید کی کرن ہیں جو اس واہمے کو شکار ہو چکے ہیں کہ غزل کا سنہری دور دوبارہ اپنی ضو فشانیاں نہیں دکھا سکتا۔ شہزاد نیّر کی غزل نے بنیادی شعری روایت اور اسلوب سے بھرپُور استفادہ کیا ہے۔ وہ اسلوبِ زبان و بیاں کے درست استعمال پر قدرت رکھتے ہیں اور علامتوں، تشبیہات و استعارات میں خوابیدہ معانی و مفہوم تک رسائی کی خاطر جد و جہد کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی ایک غزل کے کچھ اشعار:

مجھ سے جس نے بھی اختلاف کیا
میرے ہونے کا اعتراف کیا
کس حقیقت کا انکشاف کیا
دل نے مجھ کو مرے خلاف کیا
تو نے مجھ کو معاف کر ڈالا
میں نے خود کو نہیں معاف کیا
ایک صورت دکھائی دینے لگی
میں نے دل میں عجب شگاف کیا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.3 2021

جسم پر گردِ خود نمائی تھی

پھر مجھے آئینے نے صاف کیا

مسجدوں میں تھا شور و شر نیّر

میں نے صحرا میں اعتکاف کیا 11ؔ

شہزاد نیّر نے شعر کی بنیاد داخلی تفکر پر رکھی ہے۔ وہ اپنی شاعرانہ قدرت کا اظہار خالق و مخلوق اور موجود و عدم جیسے موضوعات کے فہم و ادراک کے توسط سے کرتے ہیں۔ ان کی شاعری میں گہرائی اور گیرائی نے شاعرانہ ندرت اور جدت کا اظہار کیا ہے۔ ان کی شاعری تاریکی کی بجائے روشنی اور قنوطیت کی بجائے رجائیت کی نمائندہ ہے۔ شاعری کی دوامیت اور ترویج کی خاطر شہزاد نیّر نے ترکیب سازی کی متنوع اقسام کو برتا ہے۔ لہجے کے اعتبار سے ان کی شاعری انفرادیت اور خاص انداز کی حامل ہے۔ شاعری کے دیگر اوصاف میں سے ایک تخیل کی بلندی بھی ہے۔ پروازِ تخیل کی مدد سے نئے نئے تصورات کے جالے بنے جاتے ہیں اور نئے نئے گھروندوں کی تعمیر ممکن ہوتی ہے۔ شہزاد نیّر کی شاعری میں یہ دونوں اوصاف اپنا رنگ و عکس دکھائی دیتے ہیں۔

شہزاد نیّر کو نوجوان طبقے کا نمائندہ شاعر قرار دیا جاتا ہے مگر اس کی فکری بنیادیں روایات سے مربوط ہیں۔ وہ مکانی اور زمانی دونوں جہات میں دور تک جھانکتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ شخصی محبت سے لے کر طبقاتی، قومی، بین الاقوامی سطح پر پھیلے ہوئے آفاقی موضوعات کو موضوعِ سخن بناتے ہیں۔ وہ سماج اور سماجی رشتوں کی اہمیت کو خوب سمجھتے ہیں۔ وہ آگاہی کے جدید فنی و

جمالیاتی طرزِ فکر و احساس کے ذریعے اپنی نظم کو رعنائی اور جدت عطا کرتے ہیں۔ 12ؔ

شہزاد نیّر نے غمِ جاناں سے شروع ہونے والے سفر کا خاتمہ غمِ دوراں کے کرب میں خود کو گھلانے پر کیا ہے۔ مقصدِ حیات اور مصائبِ انسانی، کائنات کے اسرار و رموز اور کائنات میں انسانی وجود کی حیثیت اور تقدیر جیسے نازک اور اختلافی مسائل پر شہزاد نیّر نے اپنے فلسفیانہ افکار کا اظہار بڑی بصیرت اور فنکاری سے کیا ہے۔ ان موضوعات کو نثر میں بھی زیرِ موضوع لانا ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے اور شاعری کے لگے بندھے اصولوں میں رہتے ہوئے ان موضوعات پر ٹھوس اور قابلِ عمل رائے دینا جان جوکھوں کا کام ہے۔ ان کی شاعری میں سطحیت اور مقصدیت جیسے دونوں پہلوؤں سے الگ تھلگ راستے کا انتخاب کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں تدبر اور تفکر اپنی جولانیوں سمیت دکھائی دیتا ہے۔

گیت نگاری کی صنفِ ادب کا تعلق عموماً کسی خاص علاقے کی تہذیب و ثقافت سے ہوتا ہے اور گیت اس تہذیبی و تمدنی ماحول میں دلی جذبات کے عکاس ہوتے ہیں۔ ایک قادر الکلام شاعر گیت نگاری کے ذریعے سے نغمگی اور ترنم سے بھرپور اپنے ذاتی جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ شہزاد نیّر نے گیت نگاری کے مشکل محاذ پر اپنی صلاحیتوں کا خوب رنگ دکھایا ہے۔ ایک گیت کے چند بول:

بابل رے توری بنتی کروں ہوں، کان لگا کے سُن

دل کی بات مدّھم ہے، دھیان لگا کر سُن

آنکھیں جس کی چاہ کریں بس مجھے وہ چھونے پائے

میں جس ہاتھ کو جانوں ناہیں، کبھی نہ مجھ تک آئے

بابل تجھ سے پھول نہ مانگوں، پھول کی باس اُڑ جائے

پیارے پی کا پیار دلا دے کبھی نہ جو کملائے

بابل تجھ سے دھیج نہ مانگوں، مانگوں ایک نیائے

من بھاون مورا گھونگھٹ کھولے، من بھاون لے جائے 13ؔ

شہزاد نیّر کی شاعری پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ ان کے خیالات منتشر صورت میں نہیں بلکہ تخیل کے ستارے ایک محور کے گرد محوِ گردش ہیں۔ ان کی کئی شہر آفاق نظمیں اور غزلیں ان کے اپنے فن پر گرفت، ماہرانہ پیرایہ اظہار، برجستگی اور اعجاز بیانی کی مظہر ہیں۔ مطالعے کی وسعت اور فکر و نظر کی گہرائی نے ان کے اندر لفظوں کو موقع محل کے مطابق برتنے کا ہنر سمو دیا ہے۔

شہزاد نیّر کی شاعری میں اخلاقی اقدار کی پاسداری، فکر و نظر کی آزادی اور اخلاص و محبت کے آفاقی اصولوں کو برتا گیا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ہے۔شہزاد نیّر کے فن کے حوالے سے نیلم ملک رقم طراز ہیں:

"معیار کے بجائے مقدار اپنا کام دکھا رہی ہے لیکن میرے خیال میں خاص طور پر شاعری کے حوالے سے صورتِ حال اس قدر مایوس کُن بھی نہیں جس قدر بیان کی جاتی ہے۔شاعری میں کئی ایسے نام ہیں جو اپنے ہنر اور لگن کی بدولت خود کو منوانے میں کامیاب رہے۔ان چند ناموں میں نمایاں اور معتبر نام شہزاد نیّر کا ہے جس کا کلام پڑھنے کے بعد ادب کی بقا کے حوالے سے دم توڑتی امید میں نئی روح پھونکی جاتی محسوس ہوتی ہے اور یہ یقین پختہ ہونے لگتا ہے کہ جب تک شہزاد نیّر ایسے باکمال تخلیق کار سامنے آتے رہیں گے تب تک اردو ادب سے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

شہزاد نیّر نے ایک قلیل عرصے میں ادب کے قارئین کی خاصی تعداد کو اپنے فکر و فن کی جانب متوجہ کر لیا ہے۔ان کے ہم عصر نقادوں، ادبا اور شعرا نے ان کی فنی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ان کے علمی و ادبی مضامین "فنون" اور "قرطاس" جیسے مجلّوں میں ایک تسلسل کے ساتھ شائع ہوتے رہتے ہیں۔یوں وہ اپنی شاعری پر مشتمل نگارشات کے توسط سے متلاشیانِ علم و فن کی تشنگی کو کم کرنے کے لئے ایک بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں۔شاعری میں انھوں نے ادبی کہکشاں کے ایک اہم ستارے (Shining Star) کا مقام و مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ان کی غزل گوئی، نظم نگاری اور گیت نگاری میں عصرِ حاضر کی زندگی اپنی تمام پریشانیوں اور دکھوں سمیت موجود ہے۔اس شاعری میں مقامی رنگ و آہنگ، آفاقی رویت و فلسفہ اور جدیدیت کی طرف لپک دکھائی دیتی ہے۔یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ شہزاد نیّر کی شاعری نے افقی اور عمودی سمت میں اپنا ارتقائی سفر طے کیا ہے۔جس کے باعث یہ شاعری انسانی ذہنی کرب کے اظہار کے ساتھ ساتھ اس کے انفرادی اور اجتماعی مسائل اور دکھوں کا ایک طرح سے علاج اور مداوا بھی ہے۔

حوالہ جات

1۔ ہارون راو، ڈاکٹر، (مضمون) "میجر شہزاد نیّر بحیثیت شاعر" مشمولہ "نورِ تحقیق" تحقیقی و تنقیدی مجلّہ، شعبہ اردو، لاہور، لاہور گیریژن یونیورسٹی، شمارہ نمبر 11، سال 2019ء، ص 340
2۔ قاسمی، احمد ندیم، (فلیپ) "چاک سے اترے وجود" از شہزاد نیّر، راولپنڈی، رُمیل ہاوس آف پبلی کیشنز، طبع سوم، 2017ء
3۔ شہزاد نیّر، "برفاب" طبع چہارم، لاہور، سانجھ پبلی کیشنز، 2016ء، ص 73 تا 74
4۔ نیّر، ناصر عباس، (مضمون) "برفاب کی نظمیں" مشمولہ! "برفاب" از شہزاد نیّر، ص 18
5۔ ضیا الحسن، ڈاکٹر، (مضمون) "شہزاد نیّر کی غزل" مشمولہ! "چاک سے اترے وجود" ص 156
6۔ زاہد حسن، (مضمون) "زمانے چلتے رہے"، مشمولہ! "چاک سے اترے وجود"، ص 157
7۔ شہزاد نیّر، "چاک سے اترے وجود"، راولپنڈی، رُمیل ہاوس آف پبلی کیشنز، طبع سوم، 2017ء، ص 88
8۔ ہارون راو، ڈاکٹر، (مضمون) "میجر شہزاد نیّر بحیثیت شاعر"، ص 342
9۔ شہزاد نیّر، "برفاب"، ص 88 تا 89
10۔ شہزاد نیّر، "خوابشار"، جہلم، بک کارنر، 2018ء، ص 41
11۔ ایضاً، ص 67
12۔ یوسف حسن (فلیپ)، مشمولہ: "گرہ کھلنے تک" از شہزاد نیّر، جہلم، بک کارنر، 2019ء،
13۔ ایضاً، ص 101
14۔ نیلم ملک (مضمون) "محبتیں، شفقتیں" مشمولہ: "خوابشار"، ص 159